”حجاب“ مرویات عائشہ رضی اللہ عنہا کی روشنی میں

HIJAAB In the light of Aisha’s [ra] ahadith

نورین اختر

ریسرچ اسکالر شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ کراچی

Abstract:

Hijab is one of the most important concepts in Islamic Sharia. It has not been practiced only in the Muslim era, but in old civilizations as well. The literal meaning of Hijab, the circumstances in which the order of Hijab has been revealed. The concept of Hijab in old civilizations and two well known Muslim schools of thoughts about Hijab. This is an analytical study of above mentioned school of thoughts in the light of A’isha’s (May Allah be pleased with her) narrations. The study unveiles the true understanding of Hijab in modern era.

Key wods: Hijab. Muslim, era, Civilization, Aisha, ahadith

لغوی واصطلاحی تعریفات:

راغب اصفہانی لکھتے ہیں: الحَجْب والحِجاب: المنع من الوصول، يقال: حَجَبَه حَجْباً و حِجاباً، و حِجاب الجوف: ما يحجب عن الفؤاد، وقوله تعالى: وَبَيْنَهُما حِجابٌ ، **ليس يعني به ما يحجب البصر، وإنما يعني ما يمنع من وصول لذّة أهل الجنّة إلى أهل النّار، وأذيّة أهل النّارإلى أهل الجنّة**.(۱)

الحاجب : دربان کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بادشاہ تک پہنچنے سے روک لیتاہے اور حاجبان (تثنیہ) بھویں کو کہتے ہیں کیونکہ وہ آنکھوں کے لیے بمنزلہ سلطانی دربان کے ہوتی ہیں۔

”حجاب“ کا لفظ، آڑ، اوٹ اور پردہ ورکاوٹ کے معنی میں استعمال ہوتاہے۔(2)

ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: "حجاب" سے مراد "پردہ" ہے اور "حجاب" کا لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جس کے ذریعے "پردہ کیا جائے اور ہر وہ چیز جو کہ دو اشیاء کے درمیان آڑ ہو "حجاب" کہلاتی ہے۔"(3)

قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے: وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (4)

اور جب تمہیں ان (نبی کی بیویوں) سے کوئی چیز مانگنا (یا کچھ پوچھنا) ہو تو تم پردے کے پیچھے سے مانگا (اور پوچھا) کرو"

انسانی معاشرتی زندگی میں "ستر" اور "حجاب" دونوں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ "ستر" اور "حجاب" دو مختلف چیزیں ہیں جن کے مفہوم کو اکثر خلط کر دیا جاتا ہے۔ "ستر" تو ہر دین سماوی میں فرض تھا جبکہ "حجاب" اکثر شریعتوں اور شروع اسلام میں بھی فرض نہیں تھا بلکہ پانچ ہجری کو اس کا حکم نازل ہوا۔(5)

ستر کے معنی: لفظ "ستر" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب "چھپانا" اور "ڈھانکنا" ہے۔(6)

محمد بن ابی بکر رازی (م ۷۲۱ھ) لکھتے ہیں: الستر جمعہ ستور و أستار والسترة مایستر بہ کائنا(7)

"الستر (مصدر) کی جمع ستور اور استار ہے۔ "ستر" اور "سترہ" ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز چھپائی جائے۔"

اعضائے مستورہ کا چھپانا تمام انبیاء کی شریعتوں میں فرض اور لازمی تھا۔ ستر کی ضرورت اور مشروعیت تو آدمؑ کے نزول علی الارض اور بعثت سے بھی پہلے ملتی ہے۔ قرآن کریم میں آدمؑ و حواؑ کا ذکر ملتا ہے کہ انہوں نے جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپایا۔

اس کے بارے میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو ایک بالشت لمبا آنچل رکھنے کی اجازت دی تو انہوں نے عرض کیا کہ اس صورت میں عورتوں کی پنڈلیاں کھلی رہیں گی فرمایا پھر ایک ہاتھ لمبا رکھ لیں۔(8)

پردہ کا حکم کب نازل ہوا؟

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں رات کو جب قضائے حاجت کے لئے نکلتی تھیں، تو مناصع کی طرف نکل جاتی تھیں (اور مناصع فراخ ٹیلہ ہے، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کرتے تھے، کہ آپ بیویوں کو پردہ میں بٹھلائیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کرتے تھے، ایک شب عشاء کے وقت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی نکلیں اور وہ دراز قد عورت تھیں تو انہیں عمر نے اس خواہش سے کہ پردہ (کا حکم نازل ہو جائے پکارا) کہ اے سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا، تب اللہ نے پردہ (کا حکم) نازل فرمایا۔(9)

ستر و حجاب میں فرق

"ستر" اور "حجاب" کے درمیان چند فرق ہیں۔

مفتی محمد شفیعؒ (م ۱۹۷٦ء) لکھتے ہیں: "اعضائے مستورہ کا چھپانا بذات خود فرض ہے قطع نظر کرتے ہوئے اس بات سے کہ کوئی دیکھنے والا ہے یا نہیں اور دوران نماز اور ادائیگی کے بعد بھی فرض ہے، اور قول صحیح کے مطابق خلوت میں بھی ستر عورت واجب ہے ،جب کہ حجاب کا حکم ایسا نہیں ہے بلکہ حجاب کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب اجنبیوں کی نظر پڑنے کا خوف ہو"(10)

فقہ کی مشہور کتاب "بحر الرائق" کے حوالے سے مفتی صاحب لکھتے ہیں: جان لیجئے کہ اعضائے مستورۃ کا نماز کے علاوہ لوگوں کی موجودگی میں چھپانا بالاجماع واجب ہے، اگر کسی نے تاریک مقام پر عریاں نماز پڑھی جب کہ اس کے پاس پاک کپڑے موجود تھے تو بالاجماع اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔

اور آگے مفتی صاحبؒ لکھتے ہیں: "ستر عورت ہر مومن اور مومنہ پر فرض ہے اور اس حکم میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں لیکن حجاب کا حکم صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے۔"

مفتی صاحبؒ مزید لکھتے ہیں: "بے شک عورت کا سارا جسم ستر میں داخل ہے جس کا چھپانا ضروری ہے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے ،یہ دونوں چیزیں بالاتفاق ستر میں داخل نہیں ہیں ،اگر یہ دونوں چیزیں نماز میں کھلی ہوئی ہں تو بالاجماع نماز صحیح ہو گی۔(11)

مندرجہ بالا عبارات سے ستر اور حجاب کے درمیان درج ذیل فرق معلوم ہوئے۔

1) ستر عورت فی نفسہ ضروری ہے کوئی موجود ہو یا نہ ہو جب کہ حجاب فی نفسہ ضروری نہیں جب تک کوئی دیکھنے والا غیر محرم موجود نہ ہو۔

2) ستر عورت نماز میں فرض ہے اگر کسی نے تاریک مقام پر بغیر لباس کے باوجود پاک کپڑوں کی موجودگی کے نماز ادا کی تو اس کی نماز بالاجماع جائز نہ ہوگی، جب کہ حجاب (چہرے کا پردہ) نماز میں فرض نہیں ہے۔

3) ستر کو ڈھانپنے کا حکم ہر مسلمان مرد اور عورت دونوں کو ہے لیکن حجاب کا حکم صرف عورتوں کو ہے، گویا حجاب ستر کے علاوہ اضافی چیز ہے جس کا تعلق غیر محرم یا اجنبی مردوں سے ہوتا ہے۔

4) چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ عورت کا تمام جسم ستر میں داخل ہے جس کا چھپانا اس کے لیے لازم ہے اور تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چہرہ اور ہتھیلیاں یہ ستر میں نہیں ہیں لہذا اگر ان دونوں کو ڈھانپے بغیر کسی عورت نے نماز ادا کی تو اہل علم کے ہاں اس کی نماز صحیح ہو گی۔

بہر کیف ستر اور حجاب کے درمیان فرق ہے جس کو اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

قبل از اسلام حجاب

حجاب کا تعلق صرف تاریخ اسلام سے نہیں ہے بلکہ اسلام سے قبل بھی مختلف تہذیبوں اور علاقوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

قدیم یونان میں حجاب

اقوام قدیمہ میں جس قوم کی تہذیب سب سے زیادہ شاندار نظر آتی ہے وہ اہل یونان ہیں۔یونان کی عریانی اور فحاشی کی داستانیں تو بہت مشہور ہیں لیکن ایسا دور بھی تھا جب ان میں پردہ کا رواج تھا اور گھریلو شریف عورت کی عزت ہر سوسائٹی میں رہی ہے۔

Han Licht لکھتا ہے:"جدید دور کا نظریہ کہ عورتوں کی دو قسمیں ہیں ماں اور بازاری عورت،قدیم ترین یونانیوں میں بھی موجود تھا،اور اسی کے مطابق ان کا عمل بھی تھا،جب یونانی عورت ماں بن جاتی تو گویا اس نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا،ماں بننے والی عورت کی جتنی عزت یونانی کرتے اتنی کسی اور کی نہ کرتے تھے،ماں بننے کے بعد عورت کا کام گھر سنبھالنا اور بچے پالنا اور لڑکیوں کی نگہداشت ہوتا تھا حتی کہ ان کی شادی کر دی جائے۔"

مصنف سپارٹا کی عورتوں کے نیم عریاں لباس کا ذکر کرتے ہوئے بطور تقابل ایتھنز کا حال یوں بیان کرتا ہے:"ایتھنز میں شادی شدہ عورت کا یہ فرض تھا کہ وہ گھر کے اندرونی حصوں ہی میں رہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی راہ گیر کی نظر کھڑکی میں سے خاتون خانہ پر پڑ جائے۔"(12)

روم کی قدیم عورتوں میں حجاب

رومیوں کی پرانی تہذیب میں عورت کی حیثیت ایک باوقار اور عفت وحیاء کے پیکر کی تھی،روم میں جو عورتیں دایا گیری کا کام کرتی تھیں وہ بھی اپنے گھروں سے نکلتے وقت بھاری نقاب میں اپنا چہرہ چھپا لیتی تھیں اور اس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی تھیں جو ایڑی تک لٹکتی رہتی،پھر اس چادر کے اوپر بھی ایک عبا اوڑھی جاتی تھی جس کے سبب اس کی شکل نظر نہ آتی تھی اور نہ جسم کی بناوٹ ظاہر ہوتی تھی۔(13)

عیسائیت میں حجاب

سید امیر علی عورتوں کے بارے میں عیسائیت کے نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابتدائی زمانوں میں جب اشرف واسفل، عالم وجاہل، سب کا مذہب عیسیٰ کی والدہ کی پرستش پر مشتمل تھا۔۔۔۔راسخ العقیدہ کلیسانے عورتوں کو ادنی ترین رسوم سوا کے تمام مذہبی رسوم سے خارج کر دیا تھا، انہیں تاکید تھی کہ گھر کے گوشہ عزلت میں بسر کریں، اپنے میاں کی اطاعت اور گھر کا کام کریں ،اگر وہ کبھی گھر سے باہر جائیں تو ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو سر سے پاؤں تک لپیٹ لیں۔" (14)

بائبل میں حجاب کا ذکر

عہد نامہ قدیم میں بھی "برقع" کا لفظ کئی جگہ ملتا ہے۔

"عہد نامہ قدیم" میں صیہونی لڑکیوں کو جو بناؤ سنگھار کر کے ننگے سر لوگوں کو متوجہ کرتی ہوئی نکلتی تھیں۔ سخت مذمت کی گئی ہے۔ یہ اور مذمت رب کی اس وعید تک پہنچتی ہے کہ ان کے سروں کو سزا کے طور پر گنجا کر دیا جائے گا۔

"عہد نامہ جدید" میں اس بات پر انتہائی سختی کی گئی ہے کہ عورت کو اپنا سر ڈھانکنا ضروری ہے ورنہ وہ ایسی ہو گی جس کے سر پر شیطان ہو اور سزا کے طور پر اس کو گنجا کر دیا جائے اور اس کے ساتھ کتاب مقدس کے دلائل بناؤ سنگھار ترک کر کے نفس کو سنوارنے کے بارے میں آئے ہیں۔ اور یہ حجاب جو بائبل میں فرض تھا وہ تقوی، فتنہ سے دور اور معاشرے میں فساد کو روکنے کے لیے تھا۔(15)

ایران میں حجاب کا رواج

ایران میں بھی "حجاب" کا رواج تھا اور ایرانی حرم میں تو "پردہ" اس قدر شدت کے ساتھ رائج تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جا سکتے تھے

کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے۔(16)

عرب میں حجاب

شبلی نعمانی (۱۹۱۴ء) لکھتے ہیں: "چہرہ اور تمام اعضاء کا پردہ عرب میں اسلام سے پہلے موجود تھا۔"(17)

اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت کا تمام تر حسن و جمال، زیب وزینت اور آرائش و سنگھار میں اس کے ساتھ صرف اس کا شوہر شریک ہو، کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ عورت کے حسن و جمال کو اس کی زیب وزینت کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شوہر کی دل بستگی اور توجہ کے

لئے محدود کر دیا ہے تا کہ وہ اپنی ساری توجہ اپنی بیوی کی طرف مرکوز رکھے اور اس کی عورت غیروں کی ہوس ناک نظروں سے محفوظ و مامون رہے۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (18)

یہ ان کی قربت اور ہم نفسی کی علامت ہے' اسلام جب پردے کی تاکید کرتا ہے تو اس سے مراد ایک نہایت پاک وصاف سوسائٹی کا قیام ہے۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ اخلاق اور دین فطرت ہے جس کا ہر قانون نہ صرف کردار کی تشکیل کرتا ہے بلکہ فردِ زندگی کو تحفظ اور روح و قلب کو سکون بھی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کے یہ تمام قوانین مرد وزن دونوں پر مساوی نافذ ہوتے ہیں فرق اِن میں صرف صنفی شخصیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اسلام نے عورت کیلئے جو احکام و قوانین متعین فرمائے ہیں ان میں سے حجاب یعنی پردے کا حکم نہایت اہم حیثیت کا حامل ہے۔ قدرت کے تمام احکامات کے پیچھے حکمت کار فرما ہے اور اسی میں دراصل انسان کی بھلائی پوشیدہ ہے۔ اگر انسان خود سمجھنا چاہے تو احکامات پردہ بھی بہت حکمتوں سے بھرپور ہیں جو عورت کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور اس میں کوئی برائی نہیں بلکہ یہ تو بے شمار برائیوں سے بچاتے ہیں۔

عورت گھر کی زینت ہے۔ عربی زبان میں لفظ عورت کا مطلب ہی چھپا کر رکھنے والی چیز کے ہیں اور انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنی قیمتی اشیاء کو چھپا کر رکھتا ہے نہ کہ اس کی نمائش کی جائے۔ اسلام عورت کو بننے سنورنے یا فیشن کرنے کی قدغن نہیں لگاتا بلکہ یہ سب کچھ کرنے کا پردے میں حکم دیتا ہے۔ زیب و زینت کی جائے مگر حجاب کا خیال رکھا جائے نامحرموں کے سامنے اس کی نمائش سے پرہیز کی جائے تاکہ معاشرہ گناہوں اور گمراہی سے بچا رہے۔ شرم وحیاء ہی تو دراصل عورت کا حقیقی زیور ہے۔

آیت حجاب کا نزول:

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجاب کے بارے میں میں لوگوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے پردے کے بارے میں پوچھتے تھے انس رضی اللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کئے ہوئے صبح کی اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے شادی مدینہ میں کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دن کے بلند ہونے کے بعد کھانے کے لئے بلایا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے لوگوں کے کھڑے ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے دروازے پر پہنچے پھر گمان کیا کہ صحابہ جا چکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹ آئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آگیا پس لوگ اپنی جگہوں پر ہی بیٹھے ہوئے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے اور میں بھی دوسری بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آیا یہاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ کے پاس پہنچے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوٹے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ واپس آگیا تو صحابہ جا چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کی آیت نازل کی گئی۔(19)

فواحش کی ممانعت

اسلام نے معاشرے میں عفت وعصمت کے نظام کی داغ بیل ڈالنے کے لیے ہر قسم کے فواحش ومنکرات کو حرام قرار دیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (20)

(اے نبی ﷺ) فرما دیجئے کہ تمام فحش باتوں کو البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے خواہ وہ اعلانیہ ہوں خواہ پوشیدہ اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو بھی حرام کیا ہے۔"

اس آیت میں لفظ "فواحش" استعمال ہوا ہے۔جس کی جمع "فاحشہ" ہے۔اور اس کا اردو میں ترجمہ "برا" اور "قابل نفرت قول یا فعل" اور "بدکاری وبے حیائی" سے کیا جاتا ہے۔لفظ "فحش" اور "فحشاء" بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔(21)

شرم وحیاء

اسلام نے ہر قسم کے فواحش ومنکرات کا خاتمہ کرتے ہوئے نہایت حکیمانہ انداز میں معاشرے کی بنیادیں شرم وحیا کے مقدس گارے سے اٹھائیں۔حیا اور پاک دامنی کا چولی دامن کا ساتھ ہے کیونکہ "حیا" ان فحش امور اور منکرات کے انجام دینے میں "سدراہ" بنتی ہے جو انسان کے دامن عفت کو داغ دار کرتی ہیں۔اور اچھے وپسندیدہ کاموں پر آمادہ کرتی ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں:"قبیح چیزوں سے نفس کے انقباض کرنے اور اس بناء پر انہیں چھوڑ دینے کا نام حیا ہے۔"(22)

"حیا" سے مراد وہ جھجک یا نفسیاتی رکاوٹ نہیں ہے جس کا باعث عام طور پر ہمارا خارج ہوتا ہے،بلکہ "حیا" انسان کے اندر پائی جانے والی وہ خوبی یا صفت ہے جس کی وجہ سے وہ غیر معروف اعمال سرانجام دینے میں انقباض (گھٹن) محسوس کرتا ہے۔

حیا ایمان کا ایک شعبہ اور عرب لوگوں کی وہ عادت حمیدہ ہے جس کو اسلام نے آکر اور مضبوط کر دیا اور اس کی طرف لوگوں کو بلایا۔

قرآن کریم میں جابجا فحش وفحشاء کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

واضح ہوا کہ "فواحش" کے مفہوم میں وسعت ہے، جس کی تعیین دو صورتوں میں کی جاسکتی ہے۔ "فواحش" سے مفہوم عام مراد ہو تو اس میں تمام گناہ اور خصائل داخل ہونگے جن کا تعلق اعضاء اور جوارح سے ہے۔ "فواحش" سے مشہور عوام معنی "بے حیائی" کے لیے جائیں تو "بدکاری اور اس کے مقدمات واسباب" مراد ہوں گے جن سے ممانعت ہے

بہر کیف فواحش و بدکاری اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک برائیوں میں سے ہے جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص وافراد کو نہیں بلکہ معاشروں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے ان چیزوں کو انسانیت کے لیے مضر قرار دے کر قابل سزا جرم کہا ہے، ان کے مقدمات پر بھی پابندیاں عائد کیں، اور ان کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اس معاملے میں مقصود اصلی بے راہ روی اور بدکاری سے بچانا تھا تو وہ چیزیں جو بے راہ روی کی طرف کھینچ سکتی تھیں ان پر "سد ذرائع" کے طور پر پابندیاں عائد کیں۔ چنانچہ جس طرح عائلی اور معاشرتی زندگی کو خوش گوار، پائیدار اور صحت مند بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے راہنما اصول دیے گئے اسی طرح بے حیائی، بدکاری اور بے آبروئی کے تمام سرچشمے بند کرنے کے لیے "سد ذرائع" کے اصول دیے گئے ہیں اور اسی سلسلے کی ایک کڑی "احکام حجاب" ہیں۔

جس طرح بنیادی عقائد، توحید ورسالت، آخرت تمام انبیاء کی تعلیمات میں مشترک و متفق رہے ہیں اس طرح عام معاصی، اور فواحش و منکرات ہر شریعت و مذہب میں حرام قرار دیے گئے ہیں لیکن شرائع سابقہ میں ان کے اسباب و ذرائع کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا گیا تھا، جب تک کہ ان کے ذریعہ کوئی جرم واقع نہ ہو جائے۔

شریعت محمدیہ ﷺ اپنے دامن میں عالمگیریت رکھتی ہے۔ اور تا قیامت آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خاص اہتمام یہ کیا کہ جرائم و معاصی کی حرمت کے ساتھ ہی ان اسباب و ذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا گیا جو ان گناہوں تک پہنچا سکتے ہیں۔

قرآن کریم میں عورتوں کے لیے زیورات پہن کر زمین پر پاؤں مارنے کی ممانعت آئی ہے کہ ان کی مخفی زینت کا سننے والے کو حال معلوم نہ ہو، حالانکہ پاؤں مارنا فی نفسہ جائز ہے لیکن سننے والے کے دل میں خواہشات پیدا ہو سکتی ہیں اس لیے شریعت نے منع کر دیا۔ اسی طرح شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام اسباب قریبہ اور ذرائع کو بھی حرام قرار

دیا، مثلاً غض بصر کا حکم غیر محرم مرد عورت کی تنہائی کی ملاقات پر پابندی وغیرہ اور اسی سلسلے میں عورتوں کے لیے "حجاب" کے احکامات نازل فرمائے۔ حجاب کا حکم بھی دراصل اسی "سد ذرائع" کے اصول پر مبنی ہے۔

واضح رہے کہ اسباب وذرائع کا قرب وبعد کا سلسلہ ایک طویل سلسلہ ہے اگر علی الاطلاق اس پر پابندی لگائی جائے تو زندگی دشوار اور عمل میں تنگی پیش آئے گی جو شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔

قرآن کریم کا واضح ارشاد ہے: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (23)

"اور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں۔"

"اگر مقاصد ایسے ہوں جن تک صرف اسباب و ذرائع سے رسائی ہوتی ہو اور وہ ان مقاصد تک پہنچاتے ہو تو ان مقاصد تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ان کے تابع ہوں گے اور وہ انہیں کے سبب سے معتبر ہوں گے۔ حرام چیزوں اور معاصی تک پہنچانے والے وسائل مکروہ یا ممنوع ہوں گے کیونکہ وہ اس حرام مقصد تک لے جاتے ہیں اور اس مقصد کے ساتھ مربوط ہیں۔"(24)

مندرجہ بالا حوالہ سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آئیں۔

اسباب اور ذرائع "مقاصد" کے تابع ہیں، جس درجہ کا وہ "مقصد" ہو گا، اسباب اور ذرائع پر حکم بھی اس درجہ کا لگے گا۔

حرام چیزوں اور معاصی تک پہچانے والے اسباب اور ذرائع، ممنوع ہوں گے اس لیے کہ وہ حرام مقصد تک لے جاتے ہیں۔ "فواحش" کو روکنے کے لیے شریعت نے صرف اتنا نہیں کیا کہ اسے قانوناً جرم قرار دیا اور اس کے لیے ایک سزا مقرر کی بلکہ اس کے ساتھ چند ایسی تدابیر کیں کہ سلیم الفطرت انسان نہ صرف فواحش سے متنفر ہو کر اسے قابل عیب سمجھتے ہوئے دور رہے بلکہ معاشرتی طور پر ایسے اسباب جو، ان فواحش کی طرف رغبت دلاتے ہیں، ان پر پابندی کے ساتھ ان فواحش کے قریب جانے والے راستوں پر رکاوٹیں ڈال دیں۔

سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے نازل ہونے کے بعد انصار کی عورتیں جب گھر سے نکلتی تھیں تو ایسے لگتا کہ اس طرح لکی چھپی چلتی تھیں کہ گویا ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہیں، اور وہ سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں (25)۔

عہد صحابہ و تابعین کے بعد جتنے بڑے بڑے مفسرین تاریخ اسلام میں گزرے ہیں انہوں نے بالاتفاق اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے چنانچہ ابن جریر طبری رقمطراز ہیں: شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں بلکہ انہیں چاہئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکالیا کریں تاکہ کوئی فاسق ان کو چھڑنے اور تکلیف پہنچانے کی جرأت اور دلیری نہ کرے۔(26)

زمخشری اپنی تفسیر میں اس آیت میں موجود لفظ "جلباب" کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اور جلباب ایسی چادر یا کپڑا جو کہ دوپٹہ سے کشادہ اور چادر سے کم جو کہ عورت اپنے سر پر لپیٹے اور اس کے اطراف کو سینے پر لٹکائے (عورتیں اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکالیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں)۔(27)

اس حکم کو عنایت عارف اپنی کتاب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ:

پردے کا مقصد دراصل تمام مسلمانوں کو نامحرم مردوں سے محفوظ رکھنا تھا اسی پردے میں پہلے لمبے برقعے اور بعد میں برصغیر میں ایسے ریشمی برقعوں کی صورت اختیار کی کہ ان سے جسم کے تمام نشیب و فراز واضح طور پر نظر آتے تھے اور خواہ مخواہ ایسی عورتیں غیر محرم مردوں کی نگاہوں کا مرکز بنتی تھیں اب تو یہ صورت حال ہے کہ پردہ ایک پرانی رسم خیال کیا جاتا ہے مسلمان عورتوں کی بہت زیادہ اکثریت پردہ ترک کر چکی ہے بلکہ تہذیب جدید کے آئندہ مراحل طے کرنے کی فکر میں ہیں۔ ان تمام اقدامات سے مراد صرف برائی اور زنا کے تمام راستے بند کرنا ہے ورنہ ان کی حیثیت مشروط بالذات نہیں ہے لیکن قرآن وحدیث کی رو سے ان کی پابندی ہر مسلمان عورت پر لازم ہے یہ سب احکام اسلام کے نظام عصمت وعفت کا ایک لازمی حصہ ہیں۔(28)

اگرچہ تاریخ اسلام میں پردہ نشین خواتین کے بے شمار کارنامے درج ہیں جن پر آج کی مسلمان عورتیں فخر کر سکتی ہیں مگر انہوں نے کبھی پردے کو اپنے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ تصور نہیں کیا وہ گھر کے باہر کے تمام کام پردے کی پابندی کے ساتھ کیا کرتی تھیں۔ جیسا کہ سنن ابی داؤد میں صحابیہ کا واقعہ مذکور ہے جس الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

ایک خاتون ام خلاد کا لڑکا ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا وہ صورت حال کی دریافت کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں آئی کہ وہ نقاب اوڑھے ہوئے تھیں۔ کسی نے حیرت سے کہا کہ اس وقت بھی تمہارے چہرے پر نقاب ہے۔ بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور تم اطمینان کے ساتھ باپردہ آئی ہو؟ ام خلاد رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

إِنْ أُرْزَأَ ابْنِي فَلَنْ أُرْزَأَ حَيَائِي (29)

"میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے مگر حیا نہیں کھوئی۔"

ایک مسلمان عورت کے لیے ماں کی حیثیت سے یہ بہت نازل معاملہ تھا جس کی وجہ سے عموماً عورتیں صبر وشکیب اور مذہبی پابندیوں سے اضطراری طور پر بے پرواہ ہو جاتی ہیں اور جزع فزع کرنے لگ جاتی ہیں لیکن اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے پوری طرح پردے میں لپٹی ہوئی تھی ایسی حالت میں اپنے بیٹے کی نعش تلاش کی اور کسی قسم کی بے صبری یا خلاف شریعت حرکت کا اظہار نہیں کیا۔

مذکورہ بالا مباحث کو ذکر کرنے کے بعد ہم چہرے کے پردے کو واجب نہ کہنے والوں کے دلائل کا مختصر کا جائزہ لیتے ہیں اور استفادہ مجموعۃ الرسائل فی الحجاب والسفور سے لیا گیا ہے۔ اس میں ہم چہرے کے پردہ پر منکرین کے دلائل اور پھر ان پر بحث کرنے کی بھی سعی کریں گے۔ ان شاء اللہ

چہرے اور ہاتھوں کے پردے کو عدم وجوب قرار دینے والوں کے دلائل اور ان کا جواب:

امت مسلمہ کا ایک قلیل طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو چہرے اور ہاتھوں کے پردہ کا قائل نہیں یہ بات موجودہ دور میں مغرب زدہ طبقہ کے لیے خوش آئند ہے۔ پھر چونکہ اس مسئلہ میں موجودہ دور کے محدث العصر جناب ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب (جلباب المرأۃ المسلمۃ) میں خاصی لچک رکھی ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ان حضرات کے دلائل کا جائزہ لیا جائے پہلے ہم اس طبقہ کی دلائل کا مختصراً جائزہ لیتے ہیں پھر ان پر جواب بھی تحریر فرمائے گے۔ إن شاء اللہ

پردے کو واجب نہ سمجھنے والوں کے دلائل

(1) فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا(30)

"اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے

وَقَالَ الْأَعْمَشِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْها قَالَ:وَجْهُهَا وَكَفَّيْهَا وَالْخَاتَمُ. (31)

امام اعمش نے سعید بن جبیر کے واسطے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (وَلا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْها) سے مراد عورت کا چہرہ، اس کے ہاتھ اور اس کی انگوٹھی ہے۔

اور یاد رکھیے کہ صحابی کی تفسیر قابل حجت ہوتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا باریک کپڑے پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا، نیز چہرے اور ہاتھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کے چہرے اور ہاتھوں کے سوا کچھ نظر آئے۔(32)

3۔۔ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: "(حجۃ الوداع میں ان کے بھائی) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے کہ اسی دوران میں خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی۔ فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس کی طرف اور وہ فضل کی طرف دیکھنے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کا چہرہ دوسری جانب کر دیا۔"(33)

ان حضرات کی رائے میں یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ عورت اپنا چہرہ کھلا رکھے ہوئے تھی۔

"سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عید الفطر کے دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا انہوں نے بغیر اذان و اقامت کے خطبے سے پہلے نماز پڑھائی نماز کے بعد آپ نے حضرت کے ہاتھوں پر ٹیک لگائی اور کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی لوگوں کو وعظ و نصیحت کی اور انہیں اللہ کی اطاعت کی ترغیب دی پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر عورتوں کی طرف گئے اور وہاں بھی اللہ کی حمد و ثناء بیان کی انہیں وعظ و نصیحت کی اور انہیں اللہ کی اطاعت کی ترغیب دی اور فرمایا کہ اے عورتوں کی جماعت! صدقہ کیا کرو کیونکہ جہنم کا زیادہ تر ایندھن تم (عورتیں) ہی ہو۔ اس پر ایک کم درجے کی دھنسے ہوئے رخساروں والی عورت نے اس کی وجہ پوچھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لیے کہ تم شکوہ بہت زیادہ کرتی ہو اپنے خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہو یہ سن کر عورتیں اپنے زیور، ہار، بالیاں اور انگھوٹھیاں اتار اتار کر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔" (34)

اگر اس عورت کا چہرہ کھلا نہ ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پتہ نہ چلتا کہ اس عورت کے رخسار دھنسے ہوئے ہیں۔

میری دانست میں یہی وہ دلائل ہیں جن سے غیر محرم مردوں کے سامنے چہرہ کھلا رکھنے کے جواز پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل کا جواب

یہ دلائل اس درجے کے نہیں ہیں کہ ان کے پیش نظر گزشتہ صفحات میں مذکور دلائل سے صرف نظر کیا جا سکے جو چہرے کے پردہ واجب ہونے پر واضح دلالت کرتے ہیں۔ پردے کے وجوب کے دلائل درج ذیل وجوہ کی بنا پر راجح ہیں۔

جن دلائل میں چہرہ ڈھانپنے کا ذکر ہے ان میں ایک مستقل اور نیا حکم ہے۔ چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل اپنے اندر کوئی حکم نہیں رکھتے (کیونکہ یہ تو پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا عام معمول تھا۔) علمائے اصول کے ہاں یہ ضابطہ مشہور و معروف ہے کہ عام حالت کے خلاف کوئی دلیل ہو تو اسے ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ عام حالت کے خلاف جب تک دلیل نہ ملے (اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جاتا) اسے برقرار رکھا جاتا ہے اور جب نئے حکم کی کوئی دلیل مل جائے تو اصل اور پہلی حالت کو برقرار رکھنے کے بجائے نئے حکم کے ذریعے سے اس میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔

جو شخص نئے حکم (چہرہ ڈھانپنے) کی دلیل پیش کرتا ہے اس کے پاس ایک نئی چیز کا علم ہے، وہ یہ کہ پہلی اور عمومی حالت بدل چکی ہے اور چہرہ ڈھانپنا فرض ہو گیا ہے۔ جب کہ دوسرے فریق کوئی دلائل نہیں مل سکے، لہذا مثبت کو نافی پر اس کے زائد علم کی وجہ سے ترجیح حاصل ہو گی۔

یہ ان حضرات کے پیش کردہ دلائل کا اجمالی جواب ہے۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ فریقین کے دلائل ثبوت اور دلالت کے اعتبار سے برابر ہیں، پھر بھی اس مسلمہ اصولی قاعدے کے پیش نظر چہرہ ڈھانپنے کی فرضیت کے دلائل مقدم ہوں گے جب چہرہ کھلا رکھنے کے جواز کے دلائل ہم ذرا غور کرتے ہیں تو یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ یہ دلائل چہرہ کھلا رکھنے کی ممانعت کے دلائل کے ہم پلہ نہیں ہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل جوابات سے یہ ثابت ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی تفسیر کے تین جواب ہیں:

ہو سکتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پردے کی آیت نازل ہونے سے پہلے کی حالت ذکر کی ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کا مقصد اس زینت کا بیان ہو جس کا ظاہر کرنا منع ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کی تائید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (35)

"اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔" کے متعلق منقول تفسیر سے ہوتی ہے۔

اگر ہم مذکورہ بالا دونوں احتمالات تسلیم نہ کریں تو تیسرا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر صرف اس وقت حجت ہو سکتی ہے جب کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے مقابل نہ ہو۔ بصورت دیگر اس قول پر عمل کیا جائے گا جسے دوسرے دلائل کی بدولت ترجیح حاصل ہو۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے بالمقابل سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے جس میں انہوں نے (اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) "سوائے اس زینت کے جو از خود ظاہر ہو جائے" کی تفسیر

كَالرِّدَاءِ وَالثِّيَابِ يَعْنِي عَلَى مَا كان يتعاطاه نِسَاءُ الْعَرَبِ مِنَ الْمِقْنَعَةِ الَّتِي تُجَلِّلُ ثِيَابَهَا وَمَا يَبْدُو مِنْ أَسَافِلِ الثِّيَابِ (36)

چادر اور دوسرے ایسے کپڑوں وغیرہ سے کی ہے جو بہر حال ظاہر ہوتے ہیں اور ان کے ڈھانپنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔

اس صورت میں ضروری ہے کہ ان دونوں اصحاب رضی اللہ عنھما کی تفسیر میں سے ایک کو دلائل کی رو سے ترجیح دی جائے اور جو قول راجح قرار پائے، اس پر عمل کیا جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث دو وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے:

1. خالد بن دریک جس راوی کے واسطے سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی ہے، اس کا ذکر نہیں کیا ہے، لہذا اس کی سند منقطع ہے جیسا کہ خود امام ابو داود نے اس کی نشاندہی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ

هَذَا مُرْسَلٌ، خَالِدُ بْنُ دُرَيْكٍ لَمْ يُدْرِكْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا (37)

"خالد بن دریک نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے براہ راست نہیں سنا۔"

2. اس حدیث کی سند میں سعید بن بشیر البصری نزیل دمشق نامی راوی ہے۔ ابن مدی نے اسے ناقابل اعتماد سمجھ کر ترک کیا۔ امام احمد، ابن معین، ابن مدینی نسائی رحمۃ اللہ علیھم جیسے اساطین علم حدیث نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہذا یہ حدیث ضعیف ہے اور متذکرہ صدر صحیح احادیث کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (38)

اس کے علاوہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی عمر ہجرت کے وقت ستائیس سال تھی۔ یہ ناممکن ہے کہ اس بڑی عمر میں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایسے کپڑے پہن کر جائیں جن سے ان کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ بدن کے اوصاف ظاہر ہو رہے

ہوں۔ بالفرض اگر حدیث صحیح بھی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور پردہ واجب کرنے والی نصوص نے اس حکم کو بدل دیا ہے، لہذا وہ ان پر مقدم ہوں گی۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس میں غیر محرم عورت کے چہرے کی طرف دیکھنے کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر سکوت نہیں فرمایا بلکہ اس کا چہرہ دوسری جانب پھیر دیا، اسی لیے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ

وَمِنْهَا تَحْرِيمُ النَّظَرِ إِلَى الْأَجْنَبِيَّةِ (39)

"غیر محرم عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس حدیث کے فوائد میں یہ بھی ذکر کیا ہے:

وَفِيهِ مَنْعُ النَّظَرِ إِلَى الْأَجْنَبِيَّاتِ وَغَضُّ الْبَصَرِ ۔ (40)

"اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر محرم عورتوں کی طرف دیکھنا شرعاً ممنوع اور نگاہ نیچی کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَزَعَمَ بَعْضُهُمْ أَنَّهُ غَيْرُ وَاجِبٍ إِلَّا عِنْدَ خَشْيَةِ الْفِتْنَةِ قَالَ وَعِنْدِي أَنَّ فِعْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ غَطَّى وَجْهَ الْفَضْلِ أَبْلَغُ مِنَ الْقَوْلِ (41)

بعض کا خیال ہے کہ نظر نیچی رکھنا صرف اس صورت میں واجب ہے کہ جب فتنے کا اندیشہ ہو۔ (اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو منع نہیں کیا) لیکن میرے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل، بعض روایات کے مطابق، کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فضل کا چہرہ ڈھانپ دیا، زبانی منع کرنے سے کہیں زیادہ تاکید کا حامل ہے۔

مزید اس میں کلام کرتے ہوئے محمد صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإن قيل: فلماذا لم يأمر النبي صلى الله عليه وسلم المرأة بتغطية وجهها فالجواب أن الظاهر أنها كانت محرمة والمشروع في حقها أن لا تغطى وجهها إذا لم يكن أحد ينظر إلى وجهها من الأجانب أو يقال: إن النبي صلى الله عليه وسلم أمرها بعد ذلك فإن عدم نقل أمره بذلك لا يدل على عدم الأمر إذ عدم النقل ليس نقلا للعدم(42)

اگر کوئی یہ کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو پردہ کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حالت احرام میں تھی اور احرام میں عورت کے بارے میں شرعی حکم یہی ہے کہ جب غیر محرموں میں سے کوئی اسے نہ دیکھ رہا ہو تو چہرہ کھلا رکھے۔ یہ بھی امکان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اسے یہ حکم بھی دیا ہو۔ کیونکہ راوی کا اس بات کا ذکر نہ کرنا اس امر کی نہیں ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس عورت کو چہرہ ڈھانپنے کا حکم نہیں دیا۔ کسی بات کے نقل نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ بات سرے سے ہوئی ہی نہیں۔

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اپنی نگاہ دوسری طرف پھیر لو۔ (43)

رہی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث، تو اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ یہ کس سال کا واقعہ ہے۔ یا تو وہ خاتون بوڑھی عورتوں میں سے ہوگی جنہیں نکاح سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، تو ایسی خواتین کے لیے چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے اس سے دوسری عورتوں پر حجاب کا وجوب ختم نہیں ہو سکتا یا پھر یہ واقعہ آیت حجاب کے نزول سے پہلے کا ہے کیونکہ سورۃ الاحزاب (جس میں پردے کے احکام ہیں) 5 ہجری یا 6 ہجری میں نازل ہوئی اور نماز عید 2 ہجری سے مشروع چلی آ رہی ہے۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ میں تفصیل کے ساتھ کلام کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس اہم معاشرتی مسئلے میں عام لوگوں کے لیے شرعی حکم کا جاننا ضروری ہے اور بہت سے ایسے لوگ اس پر قلم اٹھا چکے ہیں جو بے پردگی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس مسئلے میں کماحقہ تحقیق کی نہ غور و فکر سے کام لیا، حالانکہ اہل تحقیق کی ذمہ داری ہے کہ عدل کے تقاضوں کو ملحوظ رکھیں اور ضروری معلومات حاصل کیے بغیر ایسے مسائل میں گفتگو کرنے سے اجتناب کریں۔

محقق کا فرض ہے کہ مختلف دلائل کے درمیان منصف جج کی طرح عدل و انصاف کے ساتھ غیر جانبدارانہ جائزہ لے اور حق کے مطابق فیصلہ کرے۔ کسی ایک جانب کی دلیل کے بغیر راجح قرار نہ دے بلکہ تمام زاویوں سے غور کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ ایک نظریہ رکھتا ہو اور مبالغہ سے کام لے کر اس کے دلائل کو محکم اور مخالف کے دلائل کو بلا وجہ کمزور اور ناقابل توجہ قرار دے۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ اعتقاد رکھنے سے پہلے اس کے دلائل کا بغور جائزہ لینا چاہیے تاکہ اس کا عقیدہ دلیل کے تابع ہو نہ کہ دلیل اس کے عقیدے کے تابع، یعنی دلائل کا جائزہ لینے کے بعد عقیدہ بنائے نہ کہ عقیدہ قائم کرکے دلائل کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ کیونکہ جو شخص دلائل دیکھنے سے پہلے عقیدہ بنا لیتا ہے وہ اپنے عقیدے کے مخالف دلائل کو عموماً رد کرتا ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ان کی تحریفات کا مرتکب ہوتا ہے۔

عقیدہ قائم کر لینے کے بعد دلائل کی تلاش کے نقصانات ہمارے بلکہ سب کے مشاہدے میں ہیں کہ ایسا کرنے والا کس طرح ضعیف احادیث کو بتکلف صحیح قرار دیتا ہے یا نصوص سے ایسے معانی کشید کرنے کی سعی میں مصروف نظر آتا ہے جو اس میں پائے نہیں جاتے، لیکن صرف اپنی بات کو ثابت و مدلل کرنے کے لیے یہ سب کچھ اسے کرنا پڑتا ہے۔(44)

کن کن سے پردہ کرنا ضروری ہے؟

اجانب: اجنبی لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے کسی قسم کی رشتہ داری یا تعلق نہ ہو، اور ان کا تعلق گھر سے باہر کی دنیا سے ہوتا ہو۔ ایسے لوگوں سے پردہ کرنا ضروری ہے الا یہ کہ کوئی اشتنائی صورت ہو۔

خاوند کے رشتے دار: خاوند کے رشتے داروں سے مراد شوہر کے چھوٹے بڑے بھائی اور دوسرے رشتے دار ہیں جنہیں عربی میں حمو کہا گیا ہے، ان لوگوں سے پردہ کرنا ضروری ہے حالانکہ ہمارے معاشرے میں اس معاملے میں خاصی غفلت برتی جا رہی ہے۔

بیوی کے رشتے دار: ہمارے معاشرے میں اس موضوع کو خارج از بحث سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ بیوی کے رشتے داروں سے بھی پردہ ضروری ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن کو باریک لباس میں دیکھا تو انہیں پردہ کی تلقین کی۔(45)

عورت اپنے محرم مردوں سے پردہ نہیں کرے گی اور عورت کا محرم وہ ہوتا ہے جس سے ہمیشہ کیلئے نکاح حرام ہو. حرمت نکاح کے تین اسباب ہیں: قرابت داری، دودھ کا رشتہ، سسرالی تعلق

نسبی محارم: قرابت داری کی وجہ سے محارم کی تفصیل حسب ذیل ہے:

آباء واجداد: عورتوں کے باپ، ان کے اجداد اوپر تک، ان میں دادا اور نانا سب شامل ہیں۔

بیٹے: عورتوں کے بیٹے، ان میں بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ۔

عورتوں کے بھائی: ان میں حقیقی بھائی، باپ کی طرف سے اور ماں کی طرف تمام بھائی شامل ہیں۔

بھانجے اور بھتیجے: ان میں بھائی کے بیٹے اور بہن کے بیٹے اور ان کی تمام نسلیں شامل ہیں۔

چچا اور ماموں: یہ دونوں بھی نسبی محارم میں شامل ہیں، انہیں والدین کا قائم مقام ہی سمجھا جاتا ہے، بعض دفعہ چچا کو بھی والد کہہ دیا جاتا ہے۔

رضاعی محارم: اس سے وہ مراد ہیں جو رضاعت یعنی دودھ کی وجہ سے محرم بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی ان رشتوں کو حرام کیا ہے جنہیں نسب کی وجہ سے حرام کیا ہے۔ جس طرح نسبی محرم کے سامنے عورت کو پردہ نہ کرنا جائز ہے اس طرح رضاعت کی وجہ سے محرم بننے والے شخص کے سامنے بھی اس کیلئے پردہ نہ کرنا مباح ہے یعنی عورت کے رضاعی بھائی، رضاعی والد اور رضاعی چچا سے پردہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرا رضاعی چچا افلح میرے پاس آیا آیت حجاب کے اترنے کے بعد میں نے اس کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس اسے آنے کی اجازت دے دی۔(46)

اس حدیث کے مطابق عورت کے رضاعی محارم بھی نسبی محارم کی طرح ہیں لہٰذا رضاعی محارم سے پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا س نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اب حذیفہ کے چہرہ میں سالم کے آنے کی وجہ سے کچھ ناراضگی کے آثار دیکھے ہیں حالانکہ وہ ان کا حلیف ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اسے دودھ پلا دو اس نے عرض کیا میں اسے کیسے دودھ پلاؤں حالانکہ وہ نوجوان آدمی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ نوجوان آدمی ہے حضرت عمرہ نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ سالم بدر میں حاضر ہوئے تھے اور ابن ابی عمر کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھلکھلا کر ہنسے۔(47)

سسرالی محارم:

عورت کے سسرالی محارم سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن سے شادی کی وجہ سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو جاتا ہے جیسا کہ سسر اور اس کا بیٹا یا داماد وغیرہ۔ والد کی بیوی کیلئے محرم مصاہرت وہ بیٹا ہو گا جو اس کی دوسری بیوی سے ہو، سورۃ النور کی آیت 31 میں اللہ تعالیٰ نے سسر اور خاوند کے بیٹوں کو شادی کی وجہ سے محرم قرار دیا ہے اور انہیں باپوں اور بیٹوں کے ساتھ ذکر کیا ہے اور انہیں پردہ نہ ہونے کے حکم میں برابر قرار دیا ہے۔

مذکورہ محرم رشتہ داروں کے علاوہ جتنے بھی رشتہ دار ہیں ان سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے خواہ وہ چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں کے بیٹے ہی کیوں نہ ہوں، اسی طرح خاوند کے چچا اور ماموں سے بھی بیوی کو پردہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کے خاوند کے چچا یا ماموں ہیں اس کے نہیں ہیں۔

پردہ کی مخالفت کے حقیقی اسباب:

مدینہ میں یہودیوں کے تین مشہور قبائل تھے بنو قریظہ ، بنو نظیر ، بنو قینقاع۔بنو قینقاع ان تینوں قبائل میں بد معاشی اور شرارت میں بڑھے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مدینہ ہی میں رہتے تھے اور لوہاری سناری اور برتن سازی کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ جب تک پردہ کا حکم نازل نہیں ہوا تھا مسلمان عورتیں لباس کے اعتبار سے اپنی تمام تر احتیاط کے باوجود چہرہ کھلا ہی رکھتی تھیں لیکن پردے کا حکم آجانے کے بعد اب مسلمان عورتیں اپنا چہرہ بھی چھپانے لگی تھیں۔ مسلم سماج کی یہ انوکھی برتری یہودی معاشرے کو بہر حال گوارا نہ تھی دوسرے وہ اپنے سماج کی خواتین پر نگاہِ بد تو ڈالتے ہی تھے چہرہ کھلا ہونے کے سبب مسلمان عورتوں کو بھی اسی انداز سے دیکھنا عین واقعہ تھا۔ لیکن چونکہ مسلم خواتین کے چہرے اب سلیقے سے ڈھکے ہوئے رہتے تھے اس لئے طبیعت کی خباثت کے لئے میدان تنگ نظر آیا یہ چیز نفسیاتی طور پر ان "مالدار ذہین اور بہادر" یہودیوں کے لئے پریشانی کا باعث تھی یہ ساری ذہنی کشمکش تھی ہی کہ بدر میں مسلمانوں کی فتح نے انہیں اور برانگیختہ کردیا مسلمانوں کی فکری اور تہذیبی برتری تو نمایاں ہو ہی گئی تھی اور اب فوجی برتری نے تو جیسے ان کا خون ہی کھولا دیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے جہاں اپنے بازاروں میں آنے والے مسلمانوں کو اذیت پہنچانی شروع کی وہیں مسلمان عورتوں سے بھی انہوں نے چھیڑ چھاڑ شروع کردی جب ان کی سرکشی بڑھی تو پیارے رسول ﷺ نے انہیں نصیحت کی لیکن نصیحت نے انہیں فائدہ پہنچانے کے بجائے کچھ اور ہی مشتعل کردیا چنانچہ انہوں نے طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا محمد ﷺ! کچھ اناڑی اور ناآشنائے جنگ لوگوں سے مڈبھیڑ نے تمہیں خود فریبی میں مبتلا کردیا ہے!!! مسلمانوں نے اس موقع پر انتہائی صبر وضبط سے کام لیا اور حالات کے منتظر ہو گئے۔

ان یہودیوں کی جرأت رندانہ اب اور ہی بڑھ گئی۔ ہوا یہ کہ بنو قینقاع کے بازار میں ایک عرب عورت کچھ سامان لے کر آئی اور بیچ کر کسی ضرورت کی بنا پر ایک یہودی سنار کی دوکان کے پاس بیٹھ گئی عورت پردے میں تھی اس لئے یہ تہذیبی امتیاز اور محرومیٔ نگاہ یہودی سرمایہ داروں کو برداشت نہ ہو سکا اور انہوں نے مجبور کیا کہ عورت اپنا چہرہ کھولے لیکن ہزار مجبور کرنے کے باوجود عورت اپنا چہرہ کھولنے پر آمادہ نہ ہوئی اس پر یہودی سنار نے چپکے سے کپڑے کا نچلا کنارہ پچھلی طرف اس انداز سے باندھ دیا کہ معاملہ سے بے خبر یہ

معصوم عورت جب اٹھی تو بے پردہ ہو گئی پھر کیا تھا یہودی بد معاشوں نے زور کا قہقہہ لگایا عورت نے چیخنا شروع کر دیا جب یہ چیخ ایک مسلمان نوجوان نے سنی تو اس کے صبر وضبط کا بند ھن تار تار ہو گیا اس کی تلوار نکلی چمکی اور آن کی آن میں یہودی سنار کا سر تن سے جدا کر گئی۔ جواباً بازار کے یہودیوں نے اس نوجوان پر حملہ کر دیا نوجوان نے بھی طاقت بھر خوب خوب مقابلہ کیا بالآخر شہید ہو گیا اب یہی واقعہ ایک نئے ٹکراؤ کا پیش خیمہ بن گیا۔(48)

پردہ کی مخالفت کا یہ پہلا واقعہ تھا پردہ کی مخالفت کے جو کچھ اسباب اس واقعہ میں نظر آتے ہیں بعینہ وہی اسباب آج بھی کار فرما ہیں مخالفت کا عنوان، انداز، طریقہ جو بھی تبدیل ہوا ہو لیکن مقاصد وہی ہیں جو کل تھے۔ آج جب عورتوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے تو یہ خود ساختہ حق تو تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی پنڈلیاں کھول سکتی ہے، رانوں کو ننگا رکھ سکتی ہے لیکن یہی عورت جب مطالبہ کرتی ہے کہ گرمی نہ سہی موسم سرما کے ٹھٹھرتے ہوئے دنوں میں تو پیروں کو ڈھانکنے کی اجازت دے دی جائے تو مطالبہ مسترد کر دیا جاتا ہے ۔ذہنی فریب کے لئے حربہ جو تیار کر لیا اس کی داد دینی پڑے گی کہ انہوں نے عریانیت کو تہذیب و ترقی کا عنوان بنا دیا۔ یہ بھی کیا کہ ایجاد و اختراع کی دنیا سے کچھ ایسے موزے تیار کروائے جو پنڈلی اور ران پر پہنے جا سکیں لیکن دیکھنے والے سمجھ نہ سکیں کہ اس عورت نے کچھ پہنا بھی ہے کہ نہیں۔ مرد کی اس پر فریب چال کو ناقصات عقل و دین بھلا کب سمجھ سکتی ہیں۔

آخر ایک عورت اپنی مرضی سے پردہ کرنا چاہے تو کسی کو منع کرنے کا حق کیوں پہنچتا ہے اور اگر یہ حق کسی کو پہنچتا ہے تو پھر کسی سماج میں زبردستی پردہ کرانے کے جواز پر بحث کیوں ہوتی ہے اگر دلیل یہ ہے کہ پردہ ہمارے تکثیری سماج کا انفرادی واقعہ ہے جسے ہم پسند نہیں کرتے تو یہی بات پردہ والا سماج اختیار کرے تو وہ شدت پسند کیسے ہو جاتا ہے ؟ امر واقعہ یہ ہے کہ پردہ کی مخالفت کے اسباب و مقاصد وہی کچھ ہیں جو بنو قینقاع کے یہودیوں کے یہاں تھے آج بھی اس معاملہ میں پیش پیش یہودی ہی ہیں دنیا میں تمام فتنوں کی نظریہ سازی بھی وہی کرتے ہیں بس فرق یہ ہے کہ آج یہ مخالفت فن اور علم کی روشنی میں ہو رہی ہے۔

خلاصہ و تجاویز

حجاب ایک حکم ربانی ہے جس کی تائید ووضاحت نقلی و عقلی دلائل سے ہو رہی ہے۔ لیکن غیر اسلامی ثقافتی یلغار کا سب سے بڑا ھدف مسلمان عورت کو اس کے گھر سے نکالنا ہے اور اس ھدف کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ مسلمان عورت کا حجاب کرنا ہے ۔اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نے ایک مثالی عورت کا نقشہ دیا اس کے تمام تر خدوخال حجاب سے تعبیر ہیں گویا کہ مسلمان عورت کی شخصیت سے حجاب کو نکال دیں تو باقی کچھ نہیں رہتا اس ضرورت و اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے 1400 سال میں اثبات

حجاب کا مختلف جوانب سے جائزہ لیا گیا ہے۔ انہی جوانب میں سے ایک معروف پہلو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی روشنی میں ایک مسلمان عورت کے مسائل کا حل بھی ہے جس میں سب سے اہم ترین مسئلہ حجاب کا ہے لہذا اس مقالہ میں حجاب کا حکم ربانی صرف مرویات عائشہ رضی اللہ عنہا کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے جس سے اس حجاب کے حکم ربانی کی تائید بھی ہوتی ہے اور مرویات عائشہ کی جامعیت بھی واضح ہوتی ہے اور ایک مسلمان عورت کے لیے حجاب کی اہمیت کا امر بھی واضح ہو جاتا ہے۔

تجاویز

1) اس امر کی ضرورت ہے کہ حجاب کے حکم ربانی کو عام مسلمان عورت تک پہنچایا جائے

2) اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ممکن کیا جائے کہ حجاب اصل میں دل کا ہوتا ہے

3) اس بات کو بھی واضح کیا جائے کہ مسلمان عورت کا چہرہ وہاتھ بھی حجاب میں شامل کیا جائے

4) مرویات عائشہ رضی اللہ عنہ کا اس حوالے سے مکمل و جامع علمی احاطہ کیا جائے

حواشی وحوالہ جات

1) راغب اصفہانی، أبو القاسم الحسين بن محمد، المفردات في غريب القرآن، كتاب الحاء، باب حمل، المحقق: صفوان عدنان الداودي، دار القلم، الدار الشامية دمشق۔ بیروت، الطبعة الأولى ۱۴۱۲ھ، ص:۲۵۷ تا ۲۵۸

2) کیرانوی، وحید الزمان، مولانا، القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات، اشاعت اول، جون ۲۰۰۱ء، صفحہ ۳۱۲

3) الافریقی، ابن منظور، لسان العرب، بیروت، دار صادر، (ت ن) جلد اول، صفحہ ۲۹۸

4) قرآن مجید: ۳۳/ ۵۳

5) مفتی شفیع، احکام القرآن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۳ھ، جلد ۳، صفحہ ۴۰۶

6) کیرانوی، مولانا عمید الزماں قاسمی، القاموس الوحید، الناشر: ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی، ص: ۴۴۷

7) رازی، محمد بن ابی بکر بن عبد القادر، مختار الصحاح، بیروت، مکتبہ لبنان ناشرون، ۱۹۹۵، جلد اول، صفحہ ۱۲۰

8) ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجة، الناشر: مكتبة أبي المعاطي، كتاب اللباس، ۴/ ۵۸۹

9) بخاری، محمد بن إسماعیل بن إبراهیم بن المغیرة البخاری، أبو عبد الله، صحیح بخاری، دار الشعب-القاهرة، 1407-1987، کتا ب بدء الوحی، ۱/۴۹

10) مفتی شفیع، احکام القرآن، کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، ۱۴۱۳ھ، جلد ۳، صفحہ ۴۰۵۴

11) ابن عابدین، زین الدین ابن نجیم الحنفی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، المحقق: زکریا عمیرات، دار الکتب العلمیۃ، 1418

(12 Hans licht –Sexual Life in Ancient Greece, 10th Edition, 1971 published by the Abbey Library, London P/23.

13) عنایت عارف، عورت تاریخ عالم کی روشنی میں، کراچی، ناشر الفیصل ناشران غزنی سٹریٹ اردو بازار، اکتوبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۳۳۰

14) امیر علی، سید، روح اسلام ترجمہ محمد ہادی حسین، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲۔کلب روڈ، طبع دہم اپریل ۱۹۹۹ء صفحہ ۳۹۵

15) کتاب مقدس (The Holy Bible)، انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی ۱۸۲۰ جیٹ سٹریم ڈرائیو یونائیٹڈ سٹیٹ آف امریکہ، نیو بائبل اردو ورژن، باب پیدائش، صفحہ ۳۸

16) مرعی، عبد اللہ۔ اسلام اور دیگر مذاہب و معاشروں میں عورت کے حقوق و مسائل (حقوق وقضایا المراۃ فی عالمنا المعاصر) ، اردو ترجمہ، ثناء اللہ محمود، مفتی، کراچی، دار الاشاعت، ۲۰۰۱ء، صفحہ ۱۷۴

17) شبلی نعمانی، مولانا، مقالات شبلی، ہندوستان، معارف اعظم گڑھ ۱۹۲۰ء جلد اول، صفحہ ۱۰۷

18) قرآن مجید: ۲/۱۸۷

19) مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسین القشیری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، الناشر: دار الجیل بیروت-ج: ۴، ص: ۱۵۰

20) قرآن مجید، ۷/۳۳

21) مفتی شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، طبع جدید مئی ۲۰۰۵ء جلد سوم، صفحہ ۴۸۵

22) الاصفہانی، راغب، امام، المفردات، الناشر: مکتبہ مصطفی البابی، مصر، صفحہ ۴۰

23) قرآن مجید: ۲۲/۷۸

24) ابن قیم، ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر، اعلام الموقعین، بیروت،، دار الجیل، ۱۹۷۳، جلد ۳، صفحہ ۱۳۵

25) السیوطی، عبد الرحمن بن أبی بکر، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور، تحقیق: مرکز ھجر للبحوث، دار ھجر، مصر، [1424ھ-- 2003م]۔ج:۱۲، ص:۱۴۲

26) الطبری، أبو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب، جامع البیان عن تأویل آی القرآن المعروف ب"تفسیر الطبری" تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ھجر، الطبعۃ الأولی، ۱۴۲۲ھ / ۲۰۰۱م، ج:۱۹، ص:۱۸۰

27) زمخشری، جار اللہ، أبو القاسم محمود بن عمرو، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، دار الکتب العربی، ۱۴۰۷ھ، ج۳، ص:۵۵۹

28) عنایت عارف، عورت تاریخ عالم کی روشنی میں، الفیصل ناشران و تاجران کتب غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، اکتوبر ۲۰۰۹ء، ص:۳۲۶

29) بیہقی، أبو بکر أحمد بن الحسین بن علی بن موسی الخراسانی، السنن الکبری، کتاب السیر، باب ما جاء فی فضل قتال الروم وقتال الیھود، الحدیث: ۱۸۵۹۱، المحقق: محمد عبد القادر عطا، دار الکتب العلمیۃ۔ بیروت لبنان، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء، ج:۹، ص: ۲۹۵

30) قرآن مجید: ۲۴/۳۱

31) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، سورۃ النور، ج:۶، ص:۴۲

32) ابو داؤد، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتھا، الحدیث: ۴۱۰۴، ج:۴، ص:۶۲

33) بخاری، صحیح البخاری، کتاب الحج، باب وجوب الحج وفضلہ، الحدیث: ۱۵۱۳، ج:۲، ص:۱۳۲۔

34) مسلم، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ العیدین، الحدیث: ۸۸۵، ج:۲، ص:۶۰۳۔

35) قرآن مجید: ۳۳/۵۹

36) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، سورۃ النور، ج:۶، ص:۴۱

37) ابو داؤد، سنن ابی داود، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتھا، الحدیث: ۴۱۰۴، ج:۴، ص:۶۲

38) ذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن أحمد بن عثمان بن قایماز، میزان الاعتدال فی نقد الرجال، تحقیق: علی محمد البجاوی، دار المعرفۃ۔ بیروت لبنان، الطبعۃ الأولی، ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۳ء، ج:۱، ص:۶۳۰

39) نووی، أبوزکریا محیی الدین یحیی بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربی۔ بیروت، الطبعۃ الثانیۃ ،۱۳۹۲ھ، ج:۹، ص:۹۷

40) ابن حجر، أبوالفضل أحمد بن علی بن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار المعرفۃ، بیروت، السنۃ:۱۳۷۹ھ، ج:۴، ص:۷۰۔

41) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج:۴، ص:۷۰

42) عثیمین، محمد صالح، الحجاب، أدلۃ من أجاز نظر الوجہ والکفین من الأجنبیۃ ومناقشتہا، وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ والأوقاف والدعوۃ الإرشاد المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ۱۴۲۳ھ، ص:۱۰۶

43) ابن حنبل، امام احمد، مسند احمد، مسند جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ، حدیث:۱۹۱۹۷، ج:۳۱، ص:۵۳۴۔

44) عثیمین، محمد بن صالح العثیمین، رسالۃ الحجاب، الناشر: موسسۃ الشیخ صالح العثیمین الخیریہ، سعودی عرب 2000ء۔ ص:۱۰۱ تا ۱۱۰

45) کیلانی، مولانا عبد الرحمن، احکام ستر وحجاب، الناشر: مکتبۃ السلام، لاہور۔ ص-۸۴، ۸۲

46) مالک۔ مالک بن أنس أبوعبد اللہ الأصبحی، موطأ الإمام مالک، دار إحیاء التراث العربی، مصر، کتاب الرضاع باب رضاعۃ الصغیر۔

47) مسلم، ابن الحجاج أبو الحسین القشیری النیسابوری، صحیح مسلم، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، الناشر: دار إحیاء التراث العربی ۔ رضاعت کا بیان۔ ۱۱۰۸/۲

48) ابن ہشام، محمد بن اسحاق بن یسار، سیرت ابن ہشام، ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور ۴۸/۲، ۴۷۔